

خطبہ (۱)

اس میں ابتدائے آفرینش زمین و آسمان اور پیدائش آدم علیہ السلام
کا ذکر فرمایا ہے

تمام حمد اس اللہ کیلئے ہے، جس کی مدح تک بولنے والوں کی رسائی نہیں، جس کی نعمتوں کو گنے والے گن نہیں سکتے، نہ کوشش کرنے والے اس کا حق ادا کر سکتے ہیں، نہ بلند پرواز ہمتیں اسے پاسکتی ہیں، نہ عقل و فہم کی گہرائیاں اسکی تک پہنچ سکتی ہیں۔ اس کے کمال ذات کی کوئی حد معین نہیں، نہ اس کیلئے توصیف الفاظ ہیں، نہ اس (کی ابتداء) کیلئے کوئی وقت ہے جسے شمار میں لایا جا سکے، نہ اس کی کوئی مدت ہے جو کہیں پر ختم ہو جائے۔

اس نے مخلوقات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا، اپنی رحمت سے ہواں کو چلا یا اور تھر تھراتی ہوئی زمین پر پہاڑوں کی میخیں گاڑیں۔ دین کی ابتداء میں اس کی معرفت ہے، کمال معرفت اس کی تصدیق ہے، کمال تصدیق توحید ہے، کمال توحید تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اس سے صفتون کی نفعی کی جائے، کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔

لہذا جس نے ذاتِ الہی کے علاوہ صفات مانے اس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اس نے دوئی پیدا کی اور جس نے دوئی پیدا کی اس نے اس کیلئے جز بنا دالا اور جو اس کیلئے اجزاء کا قائل ہوا وہ اس سے بے خبر رہا اور جو اس سے بے خبر رہا اس نے اسے قابل اشارہ سمجھ لیا اور جس نے اسے قابل اشارہ

(۱) وَمِنْ حُكْمَلَةٍ لَّهُ عَلَيْهِ الْحَلَامُ

يَذْكُرُ فِيهَا ابْتِدَاءَ خَلْقِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

وَخَلْقِ آدَمَ عَلَيْهِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا يَبْلُغُ مِدْحَثَةُ
الْقَآئِلُونَ، وَلَا يُحْصِي نَعْمَائِهِ الْعَادُونَ وَلَا
يُؤْمِنُ حَقَّهُ الْمُجْتَهَدُونَ، الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ
بُعْدُ الْهِيمِ، وَلَا يَنَالُهُ غَوْصُ الْفَطَنِ،
الَّذِي لَيْسَ لِصِفَتِهِ حَدٌّ مَمْحُوذٌ،
وَلَا تَعْتَ مَوْجُودٌ، وَلَا وَقْتٌ مَمْدُودٌ،
وَلَا أَجَلٌ مَمْدُودٌ.

فَطَرَ الْخَلَائِقَ بِقُدْرَتِهِ، وَنَشَرَ الرِّيَاحَ
بِرَحْمَتِهِ، وَوَتَّدَ بِالصُّخُورِ مَيَّدَانَ أَرْضِهِ.
أَوَّلُ الدِّينِينَ مَعْرِفَتُهُ، وَكَيْلُ مَعْرِفَتِهِ
التَّصْدِيقُ بِهِ، وَكَيْلُ التَّصْدِيقِ بِهِ
تَوْحِيدُهُ، وَكَيْلُ تَوْحِيدِ الْإِحْلَاصِ لَهُ، وَ
كَيْلُ الْإِحْلَاصِ لَهُ نَفْعُ الصِّفَاتِ عَنْهُ،
لِشَهَادَةِ كُلِّ صِفَةٍ أَنَّهَا غَيْرُ الْمُوْصُوفِ، وَ
شَهَادَةِ كُلِّ مَوْصُوفٍ أَنَّهَا غَيْرُ الصِّفَةِ.

فَمَنْ وَصَفَ اللَّهَ سُبْحَانَهُ فَقَدْ
قَرَنَهُ، وَمَنْ قَرَنَهُ فَقَدْ ثَنَّاهُ،
وَمَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاهُ، وَمَنْ جَزَّاهُ
فَقَدْ جَهَلَهُ، وَمَنْ جَهَلَهُ فَقَدْ أَشَارَ
إِلَيْهِ، وَمَنْ أَشَارَ إِلَيْهِ فَقَدْ حَدَّهُ،

<https://www.afkareislami.com>

سمجھ لیا اس نے اس کی حد بندی کر دی اور جو اسے محدود سمجھا وہ اسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا اور جس نے یہ کہا کہ ”وہ کس چیز میں ہے؟“ اس نے اسے کسی شے کے ضمن میں فرض کر لیا اور جس نے یہ کہا کہ ”وہ کس چیز پر ہے؟“ اس نے اور جگہ بین اس سے خالی سمجھ لیں۔

وہ ہے ہو انہیں، موجود ہے مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا، وہ ہر شے کے ساتھ ہے نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے عیینہ ہے نہ جسمانی دوری کے طور پر، وہ فاعل ہے لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں، وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی، وہ یگانہ ہے اس لئے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ منوس ہوا اور اسے کھو کر پریشان ہو جائے۔

اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اٹھانے کی اسے ضرورت پڑی ہوا اور بغیر کسی حرکت کے جسے اس نے پیدا کیا ہوا اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بیتاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اس کے وقت کے حوالے کیا، بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی، ہر چیز کو جدا گانہ طبیعت اور مزاج کا حامل بنایا اور ان طبیعتوں کیلئے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا، ان کی حدود نہایت پر احاطہ کئے ہوئے تھا اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا۔

پھر یہ کہ اس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وسعتیں خلق کیں اور ان میں ایسا پانی بہایا جس کے دریائے موافق کی لہریں طوفانی اور بحر زخار کی موجیں تدہ تھیں، اسے تیز ہوا اور تندر آندھی کی پشت پر لادا، پھر اسے پانی کے پلنٹے کا حکم دیا اور اسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا اور اسے پانی کی سرحد سے

وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَهُ،
وَ مَنْ قَالَ: «فِيمَ؟» فَقَدْ ضَيَّنَهُ،
وَ مَنْ قَالَ: «عَلَامَ؟» فَقَدْ أَخْلَى مِنْهُ.

كَائِنٌ لَا عَنْ حَدَّثٍ، مَوْجُودٌ لَا عَنْ عَدَمٍ، مَعْ كُلِّ شَيْءٍ لَا يُمْقَارَنَةٌ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا يُمْزَأِلَةٌ، فَاعِلٌ لَا يُمْعَنَى الْحَرَكَاتٍ وَ الْأَلَةُ، بَصِيرٌ إِذَا مَنْظُورٌ إِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ، مُتَوَحِّدٌ إِذَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَ لَا يَسْتَوِ حِشْ لِفَقْدِهِ.

أَنْشَأَ الْخَلْقَ إِنْشَاءً، وَ ابْتَدَأَهُ ابْتِدَاءً،
بِلَا رَوِيَّةَ أَجَالَهَا، وَ لَا تَجْرِبَةَ اسْتَفَادَهَا، وَ
لَا حَرْكَةَ أَحَدَهَا، وَ لَا هَيَّامَةَ نَفْسٍ
اضْطَرَبَ فِيهَا، أَحَالَ الْأَشْيَاءَ لِأَوْقَاتِهَا، وَ
لَعَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا، وَ غَرَّرَ غَرَائِزَهَا وَ
الْأَزْمَهَا أَشْبَاهَهَا، عَالِيًا بِهَا قَبْلَ ابْتِدَأَهَا،
مُحِيطًا بِحُدُودِهَا وَ اِنْتِهَايَهَا، عَارِفًا
بِقَرَائِينَهَا وَ أَحْنَانَهَا.

ثُمَّ أَنْشَا سُبْحَانَهُ . فَتَقَقَ الْأَجْوَاءُ، وَ
شَقَ الْأَرْجَاءُ، وَ سَكَأَ إِلَيَ الْهَوَاءِ، فَأَجْرَى
فِيهَا مَاءً مُنْتَلَاطِمًا تَيَارًا، مُتَرَاكِمًا زَخَارًا،
حَمَلَهُ عَلَى مَتْنِ الرِّيحِ الْعَاصِفَةِ، وَ الزَّعْزَعِ
الْقَاصِفَةِ، فَأَمَرَهَا بِرِدَدَةٍ، وَ سَلَطَهَا عَلَى شَدِّهِ،

ملا دیا۔ اس کے پیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی اور اپنی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

پھر اللہ سبحانہ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی جس کا چلنے والے بھر (بے شر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار کھا، اس کے جھونکے تیز کر دیئے اور اس کے چلنے کی جگہ دور و دراز تک پھیلا دی، پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو پھیٹرے دے اور بھر بے کر اس کی موجودوں کو اچھا لے۔ اس ہوانے پانی کو یوں متھد یا جس طرح دہی کے مبتليز کو متحا جاتا ہے اور اسے ڈھکیلیتی ہوئی تیزی سے چلی جس طرح غالی فضائیں چلتی ہے اور پانی کے ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی، یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہو گئی اور وہ تہت پانی جھاگ دینے لگا، اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی اور اس سے ساتوں آسمان پیدا کئے۔ نیچے والے آسمان کو رکی ہوئی موجود کی طرح بنایا اور اوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی، نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت۔ پھر ان کو ستاروں کی سچ دھنچ اور روشن تاروں کی چک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضو پاش چراغ اور جگما گاتا چاند رواں کیا جو گھومنے والے فلک، چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔

پھر خداوند عالم نے بندہ آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کئے اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ ان میں سرسبجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے، کچھ صفائی باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے اور کچھ

وَ قَرَنَهَا إِلَى حَدِّهِ، الْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتَبِعَ
وَ الْمَاءُ مِنْ فَوْقَهَا دَفِيقٌ.

ثُمَّ أَنْشَأَ سُبْحَانَهُ رِيْحًا إِعْتَقَمَ
مَهْبَهَا، وَ آدَمَ مُرَبَّهَا، وَ أَعْصَفَ
مَجْرَاهَا، وَ آبَعَ مَنْشَاهَا، فَأَمَرَهَا
بِتَصْفِيقِ الْبَاءِ الرَّخَارِ، وَ إِثَارَةِ مَوْجِ
الْبِحَارِ، فَيَخْضَتُهُ مَخْضَسُ السِّقَاءِ، وَ
عَصَفَتُ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ،
تَرْدُدُ أَوَّلَهُ إِلَى أَخِرِهِ، وَ سَاجِيَةُ
إِلَى مَائِرِهِ حَتَّى عَبَ عَبَابَهُ، وَ رَمِيَ
بِالزَّبَدِ رِكَامَهُ، فَرَفَعَهُ فِي هَوَاءِ مُنْتَفِقِ،
وَ جَوَّ مُنْفَهِقٍ، فَسَوْلَى مِنْهُ سَبْعَ
سَيْلَوْتٍ، جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا
وَ عُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَحْفُوظًا، وَ سَمْكًا مَرْفُوعًا
بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعُمُهَا، وَ لَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا.
ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ، وَ ضِيَاءِ
الثَّوَاقِبِ وَ أَجْزَى فِيهَا سِرَاجًا مُسْتَطِيرًا، وَ
قَرِيرًا مُنِيرًا فِي فَلَكٍ دَائِرِ، وَ سَقْفٍ سَائِرِ،
وَ رَقِيمٍ مَائِرِ.

ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّيْلَوْتِ الْعَلَا،
فَلَدَاهُنَّ أَطْوَارًا مِنْ مَلِئَتِهِ: مِنْهُمْ سُجُودٌ
لَا يَرْكَعُونَ، وَ رُكُوعٌ لَا يَنْتَصِبُونَ،
وَ صَافُونَ لَا يَتَرَأَلُونَ،

<https://www.afkareislami.com>

پا کیزگی بیان کر رہے ہیں جو اکتا نہیں، نہ انی آنکھوں میں نیند آتی ہے، نہ ان کی عقولوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ ان کے بدنوں میں سستی و کمال آتی ہے، نہ ان پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے۔

ان میں کچھ تو وحی الٰہی کے امین، اس کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کیلئے زبان حق اور اس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاس بان ہیں، کچھ وہ ہیں جن کے قدم زمین کی تھے میں جنم ہوئے ہیں (اور ان کی گرد نیں بلند ترین آسمانوں سے بھی باہر نکلی ہوئی ہیں) اور ان کے پہلو اطراف عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں، ان کے شانے عرش کے پاپوں سے میل کھاتے ہیں، عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکلی ہوئی ہیں اور ان میں اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ان کے سرا پر دے حائل ہیں۔ وہ شکل و صورت کے ساتھ اپنے رب کا تصور نہیں کرتے، نہ اس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں، نہ اسے محل و مکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں، نہ اشباہ و نظائر سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

[آدم علیہم کی تخلیق کے بارے میں فرمایا:]

پھر اللہ نے سخت و نرم اور شیریں و شورہ زار زمین سے مٹی جمع کی، اسے پانی سے اتنا بھگویا کہ وہ صاف ہو کر نتھر گئی اور تری سے اتنا گوندھا کہ اس میں لس پیدا ہو گیا، اس سے ایک ایسی صورت بنائی جس میں موڑ ہیں اور جوڑ، اعضاء ہیں اور مختلف حصے، اسے یہاں تک سکھایا کہ وہ خود

وَ مُسَبِّحُونَ لَا يَسَأَمُونَ، لَا يَعْشَاهُمْ نَوْمٌ
الْعَيْوَنُ، وَ لَا سَهُوُ الْعُقُولُ، وَ لَا فَتَرْتَةُ
الْأَبْدَانِ، وَ لَا غَفْلَةُ النِّسَيَانِ.

وَ مِنْهُمْ أَمَنَاءُ عَلَى وَحِيهِ، وَ أَلْبِسَةٌ إِلَى
رُسْلِهِ، وَ مُخْتَلِفُونَ بِقَضَائِهِ وَ أَمْرِهِ. وَ
مِنْهُمُ الْحَفَاظَةُ لِعِبَادَةِهِ، وَ السَّدَنَةُ لِابْوَابِ
جِنَانِهِ. وَ مِنْهُمُ الشَّاثِتَةُ فِي الْأَرْضِينَ
السُّفْلِيُّ أَقْدَامُهُمْ، وَ الْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَاءِ
الْعُلَيْيَا أَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ الْأَقْطَارِ
أَرْكَانُهُمْ، وَ الْمُنَاسِبَةُ لِقَوَاعِدِ الْعَرْشِ
أَكْتَنَافُهُمْ، نَاكِسَةُ دُوَّنَةِ أَبْصَارِهِمْ،
مُنْتَكِفِعُونَ تَحْتَهُ بِأَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوبَةُ
بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ دُونَهُمْ حُجْبُ الْعَرَّةِ، وَ
إسْتَارُ الْقُدْرَةِ، لَا يَتَوَهَّمُونَ رَبَّهُمْ
بِالْتَّصْوِيرِ، وَ لَا يُجْرُونَ عَلَيْهِ صِفَاتِ
الْمَصْنُوعِينَ، وَ لَا يَحْدُو نَةٌ بِالْأَمَاكِينِ، وَ لَا
يُشِيدُونَ إِلَيْهِ بِالنَّظَائِرِ.

[صفةٌ خلقٌ أَدَمٌ عَلَيْهِ]

ثُمَّ جَمِيعُ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْأَرْضِ وَ
سَهْلِهَا، وَعَذْبِهَا وَ سَبَخَهَا، تُرْبَةُ سَنَّهَا
بِالْمَاءِ حَتَّى خَلَصَتْ، وَ لَأَطْهَـا بِالْبَلَةِ حَتَّى
لَزَبَتْ، فَجَبَلَ مِنْهَا صُورَةً ذَاتَ أَحْنَاءٍ وَ
وَصُولِـ، وَ أَعْصَاءٍ وَ فُصُولِـ، أَجْمَدَهَا حَتَّى

<https://www.afkareislami.com>

تھم سکی اور اتنا سخت کیا کہ وہ گھنکھانے لگی۔ ایک وقت گھنے اور مدت معلوم تک اسے یونہی رہنے دیا۔ پھر اس میں روح پھونکی تو وہ ایسے انسان کی صورت میں کھڑی ہو گئی جو قوائے ذہنی کو حرکت دینے والا، فکری حرکات سے تصرف کرنے والا، اعضاء و جوارح سے خدمت لینے والا اور ہاتھ چیزوں کو چلانے والا ہے اور ایسی شاخت کا مالک ہے جس سے حق و باطل میں تمیز کرتا ہے اور مختلف مزوں، بوؤں، رنگوں اور جنسوں میں فرق کرتا ہے۔ خود رنگ کی مٹی اور ملتی جلتی ہوئی موافق چیزوں اور مخالف ضدوں اور متضاد خلطوں سے اس کا خمیر ہوا ہے، یعنی گرمی، سردی، تری، خشکی کا پیکر ہے۔

پھر اللہ نے فرشتوں سے چاہا کہ وہ اس کی سونپی ہوئی دعیت ادا کریں اور اس کے بیان و صیت کو پورا کریں جو سجدہ آدم کے حکم تو قسم کرنے اور اس کی بزرگی کے سامنے تواضع و فروتنی کیلئے تھا۔ اس لئے اللہ نے کہا کہ: ”آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، ابلیس کے سواب نے سجدہ کیا“، اسے عصیت نے گھیر لیا، بدختی اس پر چھا گئی، آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے اپنے کوبزرگ و برتر سمجھا، اور گھنکھاتی ہوئی مٹی کی مخلوق کو ذلیل جانا، اللہ نے اسے مهلت دی تاکہ وہ پورے طور پر غضب کا مستحق بن جائے اور (بنی آدم) کی آزمائش پا یہ تکمیل تک پہنچے اور وعدہ پورا ہو جائے۔ چنانچہ اللہ نے اس سے کہا کہ: ”تجھے وقتِ معین کے دن تک کی مهلت ہے۔“

پھر اللہ نے آدم علیہ السلام کو ایسے گھر میں ٹھہرا�ا جہاں ان کی زندگی کو خوشگوار رکھا، انہیں شیطان اور اس کی عداوت سے

استئماس کئے، وَ أَصْلَدَهَا حَتَّىٰ صَلَصَلَتْ، لِوْقَتٍ مَعْدُودٍ، وَ أَمَدٌ مَعْلُومٌ۔
ثُمَّ نَفَخَ فِيهَا مِنْ رُوْحِهِ فَمَسْلَتْ إِنْسَانًا ذَا أَذْهَانٍ يُحِيلُّهَا، وَ فِكَرٌ يَتَصَرَّفُ بِهَا، وَ جَوَارِحٌ يَخْتَدِمُهَا، وَ أَدَوَاتٍ يُقْلِبُهَا، وَ مَعْرِفَةٌ يَفْرُقُ بِهَا بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ، وَ الْأَذْوَاقِ وَ الْمَسَامِرِ، وَ الْأَلْوَانِ وَ الْأَجْنَاسِ، مَعْجُونًا بِطِينَةً الْأَلْوَانِ الْمُخْتَلَفَةِ، وَ الْأَشْبَابِ الْمُوْتَلِفَةِ، وَ الْأَضْدَادِ الْمُتَعَادِيَةِ، وَ الْأَخْلَاطِ الْمُتَبَابِيَّةِ، مِنَ الْحَرِّ وَ الْبَدْدِ، وَ الْبَلَّةِ وَ الْجُمُودِ،

وَاسْتَنَادَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ الْمَلِئَكَةَ وَ دِيْعَتَهُ لَدَيْهِمْ، وَ عَهْدَ وَ صِيَّبَتَهُ إِلَيْهِمْ، فِي الْإِذْعَانِ بِالسُّجُودِ لَهُ، وَ الْخُشُوعِ لِتَشْكِيرِ مَنْتَهِ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿اسْجُدُوا لِأَدَمَ فَسَاجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ﴾، اعْتَرَثَهُ الْحَمِيَّةُ، وَ غَلَبَتْ عَلَيْهِ الشِّقْوَةُ، وَ تَعَزَّزَ بِخُلُقَةِ النَّارِ، وَ اسْتَوْهَنَ خَلْقَ الصَّلَصَالِ، فَأَعْطَاهُ اللَّهُ التَّنِّرَةَ اسْتِحْقَاقًا لِلْسُّخْطَةِ، وَاسْتِتِمَامًا لِلْبَلِيلَيَّةِ، وَ إِنْجَازًا لِلْعِدَّةِ، فَقَالَ: ﴿إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ﴾۔
ثُمَّ أَسْكَنَ سُبْحَانَهُ أَدَمَ عَلَيْهِ دَارًا أَرْغَدَ فِيهَا عِيشَتَهُ، وَ أَمَنَ فِيهَا مَحَلَّتَهُ، وَ

<https://www.afkareislami.com>

بھی ہوشیار کر دیا، لیکن ان کے تمدن نے ان کے جنت میں ٹھہرناے اور نیکو کاروں میں مل کر رہنے پر حسد کیا اور آخر کار انہیں فریب دے دیا۔ آدم علیہم السلام نے یقین کو شک اور ارادے کے استحکام کو کمزوری کے ہاتھوں بیچ ڈالا، مسرت کو خوف سے بدل لیا اور فریب خورگی کی وجہ سے ندامت اٹھائی۔

پھر اللہ نے آدم علیہم السلام کیلئے توہہ کی گنجائش رکھی، انہیں رحمت کے کلمے سکھائے، جنت میں دوبارہ پہنچانے کا ان سے وعدہ کیا اور انہیں دارِ ابتاؤ مکمل افزائشِ نسل میں اتار دیا۔

اللہ سبحانہ نے ان کی اولاد سے انبیاء علیہم السلام پنے، وہی پر ان سے عہد و پیمان لیا، تبلیغِ رسالت کا انہیں امین بنایا، جبکہ اکثر لوگوں نے اللہ کا عہد بدل دیا تھا، چنانچہ وہ اس کے حق سے بے خبر ہو گئے اور وہ کو اس کا شریک بنا ڈالا، شیاطین نے اس کی معرفت سے انہیں روگرداں اور اس کی عبادات سے الگ کر دیا۔ اللہ نے ان میں اپنے رسول مبعوث کئے اور لگا تار انبیاء بھیج تاکہ ان سے فطرت کے عہدو پیمان پورے کرائیں، اس کی بھولی ہوئی نعمتیں یاد دلانیں، پیغامِ رباني پہنچا کر جست تمام کریں، عقل کے دفینوں کو ابھاریں اور انہیں قدرت کی نشانیاں دکھائیں: یہ رسول پر بلند بام آسمان، ان کے نیچے بچھا ہوا فرش زمیں، زندہ رکھنے والا سامانِ معیشت، فنا کرنے والی اجلیں، بوڑھا کر دینے والی بیماریاں اور پر درپے آنے والے حادثات۔

اللہ سبحانہ نے اپنی مخلوق کو بغیر کسی فرستادہ پیغمبر یا آسمانی کتاب یا دلیل قطعی یا طریق روش کے کبھی یونہی نہیں چھوڑا۔ ایسے رسول، جنہیں

حَذَرَةَ إِبْلِيسَ وَ عَدَاوَتَهُ، فَاغْتَرَهُ عَدُوُّهُ
نَفَاسَةً عَلَيْهِ بِدَارِ الْمُقَامِ، وَ مُرَافَقَةً
الْأَبْرَارِ، فَبَاعَ الْيَقِينَ بِشَكِّهِ، وَ الْعَزِيمَةَ
بِوَهْنِهِ، وَاسْتَبَدَلَ بِالْجَذَلِ وَجَلًا، وَ
بِالْأَغْتِارِ نَدَمًا۔

ثُمَّ بَسَطَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ لَهُ فِي تَوْبَتِهِ، وَ
لَقَاهُ كَلِمَةَ رَحْمَتِهِ، وَ وَعْدَهُ الْمَرَدَ إِلَى جَنَّتِهِ،
فَأَهْبَطَهُ إِلَى دَارِ الْبَلِيَّةِ، وَ تَنَاسُلُ الدُّرِّيَّةِ.
وَ اصْطَفَى سُبْحَانَهُ مِنْ وَلَدِهِ أَئْبِيَّاءَ، أَخَذَ
عَلَى الْوَحْيِ مِيشَافَهُمْ، وَ عَلَى تَبْلِيغِ الرِّسَالَةِ
أَمَانَتَهُمْ، لَتَّا بَدَلَ أَكْثَرُ خَلْقِهِ عَهْدَ اللَّهِ
إِلَيْهِمْ، فَجَهَلُوا حَقَّهُ، وَ اتَّخَذُوا الْأَنْدَادَ مَعَهُ، وَ
اجْتَنَّا لَهُمُ الشَّيْطَانُ عَنْ مَعْرِفَتِهِ، وَ اقْتَضَعُتُهُمْ
عَنْ عِبَادَتِهِ، فَبَعَثَ فِيهِمْ رُسُلَّهُ، وَ اتَّرَى إِلَيْهِمْ
أَئْبِيَّاَنَّهُ، لِيَسْتَأْدُهُمْ مِيشَافَ فِطْرَتِهِ، وَ
يُذَكِّرُهُمْ مَنْسَى نِعَيْتِهِ، وَ يَحْتَجُوا عَلَيْهِمْ
بِالْتَّبْلِيغِ، وَ يُشَبِّهُوا لَهُمْ دَفَائِنَ الْعُقُولِ، وَ
يُرُوْهُمُ الْأَيَّاتُ الْمُقَدَّرَةُ: مَنْ سَقَفٌ فَوْقَهُمْ
مَرْفُعٍ، وَ مَهَادٍ تَحْتَهُمْ مَوْضُعٍ، وَ مَعَابِشٍ
تُخْبِيْهُمْ، وَ أَجَالٍ تُفْنِيْهُمْ، وَ أَوْصَابٍ تُهْرِمُهُمْ،
وَ أَحَدَاثٍ تَتَابَعُ عَلَيْهِمْ۔

وَ لَمْ يُخْلِ اللَّهُ سُبْحَانَهُ خَلْقَهُ مِنْ نَبِيٍّ
مُرْسَلٍ، أَوْ كِتَابٍ مُنْزَلٍ، أَوْ حُجَّةٍ لَازِمَةٍ، أَوْ

تعداد کی کمی اور جھلناے والوں کی کثرت درماندہ و عاجز نہیں کرتی تھی، ان میں کوئی سابق تھا جس نے بعد میں آنے والے کا نام و نشان بتایا، کوئی بعد میں آیا جسے پہلا پچھواچ کا تھا۔

اسی طرح متین گزر گئیں، زمانے بیت گئے، باپ داداوں کی جگہ پر ان کی اولادیں بس گئیں۔ یہاں تک کہ اللہ سبحانہ نے ایفاۓ عہد و اتمام نبوت کیلئے محمد ﷺ کو مبعوث کیا، جن کے متعلق نبیوں سے عہد و پیمان لیا جا چکا تھا، جن کے علامات (ظہور) مشہور، محل ولادت مبارک و مسعود تھا۔ اس وقت زمین پر یعنی والوں کے مسلک جدا جدا، خواہشیں متفرق و پراگندہ اور راہیں الگ الگ تھیں۔ یوں کہ کچھ اللہ کو مخلوق سے تشییہ دیتے، کچھ اس کے ناموں کو بگاڑ دیتے، کچھ اسے چھوڑ کر اور وہ کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ خداوندِ عالم نے آپؐ کی وجہ سے انہیں گرامی سے ہدایت کی راہ پر لگایا اور آپ کے وجود سے انہیں جہالت سے چھڑایا۔

پھر اللہ سبحانہ نے محمد ﷺ کو اپنے لقاء و قرب کیلئے چنا، اپنے خاص انعامات آپؐ کیلئے پسند فرمائے اور دارِ دنیا کی بودو باش سے آپؐ کو بلند تر سمجھا اور زحمتوں سے گھری ہوئی جگہ سے آپؐ کے رخ کو موزرا اور دنیا سے باعزت آپؐ کو اٹھا لیا۔ حضرتؐ تم میں اسی طرح کی چیز چھوڑ گئے جو انبیاءؐ اپنی اموتوں میں چھوڑتے چلے آئے تھے۔ اس لئے کہ وہ طریق واضح و نشانِ محکم قائم کئے بغیر یوں ہی بے قید و بند انہیں نہیں چھوڑتے تھے۔

پیغمبر ﷺ نے تمہارے پروردگار کی کتاب تم میں چھوڑی ہے۔ اس حالت میں کہ انہوں نے کتاب مل کے حلال و حرام،

مَحَجَّةٌ قَائِمَةٌ، رَسُولٌ لَا تُقْصِرُ بِهِمْ قِيلَةٌ عَدَدُهُمْ، وَلَا كَثْرَةُ الْمُكَذِّبِينَ لَهُمْ، مِنْ سَابِقٍ سُعِيَ لَهُ مَنْ بَعْدَهُ، أَوْ غَابِرٌ عَرَفَهُ مَنْ قَبْلَهُ۔
عَلَى ذَلِكَ نَسْلَتِ الْقُرْوَنُ، وَ مَضَتِ الدُّهُورُ، وَ سَلَقَتِ الْأَبَاءُ، وَ خَلَقَتِ الْأَبْنَاءُ۔ إِلَى آنَّ بَعَثَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا رَسُولَ اللَّهِ لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ وَ تَمَامِ نُبُوتِهِ، مَا حُوَدَّاً عَلَى النَّبِيِّينَ مِيَثَاقُهُ، مَشْهُورَةً سِيَّاْثَةً، كَرِيمًا مِيَلَادُهُ، وَ أَهْلُ الْأَرْضِ يَوْمَئِذٍ مِلْكٌ مُتَفَرِّقَةٌ، وَ أَهْوَاءٌ مُنْتَشِرَةٌ، وَ طَرَائِقُ مُتَشَتِّتَهُ، بَيْنَ مُشَبِّهِ اللَّهِ بِخُلُقِهِ، أَوْ مُلِحِّدٍ فِي اسْمِهِ، أَوْ مُشَيْرٍ إِلَى غَيْرِهِ، فَهَدَاهُمْ بِهِ مِنَ الضَّلَالَةِ، وَ أَنْقَذَهُمْ بِسَكَانِهِ مِنَ الْجَهَالَةِ۔

ثُمَّ اخْتَارَ سُبْحَانَهُ لِيُحَمِّدَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ أَلِهِ لِقَاءَهُ، وَ رَضِيَ لَهُ مَا عِنْدَهُ، وَ أَكْرَمَهُ عَنْ دَارِ الدُّنْيَا، وَ رَغَبَ بِهِ عَنْ مُقَارَبَةِ الْبَلْوَى، فَقَبَضَهُ إِلَيْهِ كَرِيمًا لِيَسِّرَ اللَّهُ، وَ خَلَّفَ فِيهِمْ مَا خَلَّفَتِ الْأَئِمَّيَّةُ فِي أُمَّهَا، إِذْلَمْ يَتَرَكُونُهُمْ هَمَّلًا، بِغَيْرِ طَرِيقٍ وَاضْعِيْعِ وَ لَا عَلَمٍ قَائِمِ：
كِتَابَ رَبِّكُمْ فِيهِمْ مُبِينًا حَالَةً وَ حَرَامَةً، وَ فَرَائِضَهُ وَ فَضَائِلَهُ، وَ نَاسِخَةً وَ

واجبات و مسحيات، ناجٍ و منسوخ، رخص و عزائم، خاص و عام، عبر و امثال، مقيد و مطلق، محكم و قشابة کو واضح طور سے بیان کر دیا، جمل آئیوں کی تفسیر کر دی، اس کی گھنیوں کو سمجھا دیا۔

اس میں کچھ آئیں وہ ہیں جن کے جانے کی پابندی عائد کی گئی ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اگر اس کے بندے ان سے ناقف رہیں تو مضائقہ نہیں۔ کچھ احکام ایسے ہیں جن کا وجوب کتاب سے ثابت ہے اور حدیث سے ان کے منسوخ ہونے کا پتہ چلتا ہے اور کچھ احکام ایسے ہیں جن پر عمل کرنا حدیث کی رو سے واجب ہے لیکن کتاب میں ان کے ترک کی اجازت ہے۔ اس کتاب میں بعض واجبات ایسے ہیں جن کا وجوب وقت سے وابستہ ہے اور زمانہ آئندہ میں ان کا وجوب برطرف ہو جاتا ہے۔ قرآن کے محترمات میں بھی تفریق ہے: کچھ بکیرہ ہیں جن کیلئے آتش جہنم کی دھمکیاں ہیں اور کچھ صغیرہ ہیں جن کیلئے مغفرت کے توقعات پیدا کرنے ہیں، کچھ اعمال ایسے ہیں جن کا تھوڑا سا حصہ بھی مقبول ہے اور زیادہ سے زیادہ اضافہ کی گنجائش رکھی ہے۔

[اسی خطبہ میں حج کے سلسلہ میں فرمایا:]

اللہ نے اپنے گھر کا حج تم پر واجب کیا جسے لوگوں کا قبلہ بنایا ہے، جہاں لوگ اس طرح ہٹھ کرتے ہیں جس طرح پیاسے حیوان پانی کی طرف اور اس طرح دارftگی سے بڑھتے ہیں جس طرح بوتر اپنے آشیانوں کی جانب۔

اللہ جل شانہ نے اس کو اپنی عظمت کے سامنے ان کی فروتنی و عاجزی اور اپنی عزت کے اعتراف کا نشان بنایا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق میں سے سننے والے لوگ چن لئے جنہوں نے اس کی آواز پر لبیک کی اور اس

مَنْسُوَّخَةٌ، وَ رُحْصَةٌ، وَ عَزَّاءِيَّةٌ، وَ حَاصَّةٌ، وَ عَامَّةٌ، وَ عِبَرَةٌ، وَ أَمْثَالَةٌ، وَ مُرْسَلَةٌ، وَ مَحْدُودَةٌ، وَ مُحْكَمَةٌ، وَ مُتَشَابِهَةٌ، مُفَسِّرًا مُجْمِلَةٌ، وَ مُبَيِّنًا غَوَامِضَةٌ.

بَيْنَ مَا حُذِّفَ مِيشَاقُ عَلِيهِ، وَ مُوَسَّعٌ عَلَى الْعِبَادِ فِي جَهَلِهِ، وَ بَيْنَ مُثْبَتٍ فِي الْكِتَابِ فَرِضُهُ، وَ مَعْلُومٌ فِي السُّنَّةِ نَسْخَهُ، وَ وَاجِبٌ فِي السُّنَّةِ أَخْذُهُ، وَ مُرْخَصٌ فِي الْكِتَابِ تَرْكُهُ. وَ بَيْنَ وَاجِبٍ بِوَقْتِهِ، وَ رَأِيَّلٍ فِي مُسْتَقْبِلِهِ، وَ مُبَيِّنٍ بَيْنَ مَحَارِمِهِ، مِنْ كَبِيرٍ أَوْعَدَ عَلَيْهِ نِيَّرَانَهُ، أَوْ صَغِيرٍ أَرْصَدَ لَهُ غُفرَانَهُ، وَ بَيْنَ مَقْبُولٍ فِي أَدْنَاهُ، وَ مُوَسَّعٍ فِي أَقْصَاهُ.

[مِنْهَا: فِي ذِكْرِ الْحَجَّ]

وَ فَرَضَ عَلَيْكُمْ حَجَّ بَيْتِهِ الْحَرَامِ، الَّذِي جَعَلَهُ قَبْلَةً لِلْلَّاءِ، يَرِدُونَهُ وَرُوَدَ الْأَنْعَامِ، وَ يَأْلَهُونَ إِلَيْهِ وَلُوْةَ الْحَمَامِ.

جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ عَلَامَةً لِتَوَاضُعِهِمْ لِعَظِيمِهِ، وَ إِذْعَانِهِمْ لِعَزَّتِهِ، وَ احْتَارَ مِنْ خَلْقِهِ سَيَّاعًا أَجَابُوا إِلَيْهِ دَعْوَتَهُ، وَ صَدَقُوا

کے کلام کی تصدیق کی، وہ انبیاء ﷺ کی جگہوں پر ٹھہرے، عرش پر طوف کرنے والے فرشتوں سے شباہت اختیار کی، وہ اپنی عبادت کی تجارت گاہ میں منفقوں کو سمیٹتے ہیں اور اس کی وعدہ گاؤں مغفرت کی طرف بڑھتے ہیں۔

اللہ سبحانہ نے اس گھر کو اسلام کا نشان (اور) پناہ چاہئے والوں کیلئے حرم بنایا ہے، اس کا حج فرض اور ادا یگلی حق کو واجب کیا ہے اور اس کی طرف را نور دی فرض کر دی ہے۔ چنانچہ اللہ نے قرآن میں فرمایا: ”اللہ کا واجب الاداع حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کا حج کریں جنہیں وہاں تک پہنچنے کی استطاعت ہو اور جس نے کفر کیا تو جان لے کہ اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے۔“

-----☆☆-----

کلمَةُهُ، وَقَفُوا مَوَاقِفَ أَثْبَيَّاَعِهِ، وَتَشَبَّهُوا بِمَلِئِكَتِهِ الْمُطِيفِينَ بِعَرِشِهِ، يُحِرِّزُونَ الْأَرْبَاحَ فِي مَتَّجِرِ عِبَادَتِهِ، وَيَتَبَادِرُونَ عِنْدَ مَوْعِيدِ مَغْفِرَتِهِ.

جَعَلَهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى لِلْإِسْلَامِ عَلَيْاً، وَلِلْعَائِذِيْنَ حَرَمًا، فَرَضَ حَجَّهُ، وَأَوْجَبَ حَقَّهُ، وَكَتَبَ عَلَيْكُمْ وِفَادَتَهُ، فَقَالَ سُبْحَانَهُ: ﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا طَ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾۔

-----☆☆-----

دین کی اصل و اساس خداشائی ہے۔ ”دین“ کے لغوی معنی الماعت اور عرفی معنی شریعت کے ہیں۔ یہاں خواہ لغوی معنی مراد لئے جائیں یا عرفی دونوں صورتوں میں اگر ذہن کی معمود کے تصور سے غالی ہو تو الماعت کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی آئین کی پابندی کا، یہونکہ جب کوئی منزل ہی سامنے نہ ہوگی تو منزل کے رخ پر بڑھنے کے کیا معنی؟ اور جب کوئی مقصد ہی پیش نظر نہ ہو گا تو اس کیلئے تگ و دو کرنے کا کیا مطلب؟ البتہ جب انسان کی عقل و فطرت اس کا سرنشی کی مأوفہ الفطرت طاقت سے جوڑ دیتی ہے اور اس کا ذوق پرستاری و جذبہ عبودیت اسے کسی معمود کے آگے بھاگ دیتا ہے تو وہ من مانی کر گزرنے کے بھائے اپنی زندگی کو مختلف قسم کی پابندیوں میں جکڑا ہوا محسوس کرتا ہے اور انہی پابندیوں کا نام ”دین“ ہے جس کا نقطہ آغاز صافی کی معرفت اور اس کی ہستی کا اعتراف ہے۔

معرفت کی بنیادی حیثیت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد اس کے ضروری ارکان و شرائط بیان فرمائے ہیں اور عموماً افراد انسانی جن ناقص مراتب اور اسکے پابندی میں از خارجا کرنا نہ ہے اس کے ناقص ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔

اور اس کا پہلا درجہ یہ ہے کہ فطرت کے وجدانی احساس اور ضمیر کی راہنمائی سے یا اہلِ مذاہب کی زبان سے ان کر اس آن دیکھی ہستی کا تصور ذہن میں پیدا ہو جائے جو ”غدا“ کی جاتی ہے۔ یہ تصور درحقیقت فکر و نظر کی ذمہ داری اور تحصیل معرفت کا حکم عائد ہونے کا عقلآلی پیش خیمہ ہے، لیکن تماہل پسند یا ماحول کے دباؤ میں اسیہ ہستیاں اس تصور کے پیدا ہونے کے باوجود طلب کی زحمت گوارا نہیں کرتیں تو وہ تصور تصدیق کی شکل اختیار نہیں کرتا۔ اس صورت میں وہ معرفت سے محروم ہو جاتی ہیں اور باوجود تصور بمنزل تصدیق سے ان کی محرومی چونکہ بالا اختیار ہوتی ہے، اس لئے وہ اس پر مواغذہ کی گئی ہوتی ہیں، لیکن جو اس تصور کی تحریک سے متاثر ہو کر قدم آگے بڑھاتا ہے وہ غور و فکر ضروری سمجھتا ہے۔

اور اس طرح دوسرا درجہ ادا کا حاصل ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مخلوقات کی بولنو نیوں اور مصنوعات کی نیرنگیوں سے صانع عالم کا چھون گا کیا جائے۔ کیونکہ ہر نقش نقاش کے وجود پر اور ہر اثر مؤثر کی کارفرمانی پر ایک ٹھوس اور بے پچک دلیل ہے۔ چنانچہ انسان جب اپنے گرد و پیش نظر دوڑتا ہے تو اسے ایسی کوئی چیز دکھانی نہیں دیتی کہ جو کسی صانع کی کارفرمانی کے بغیر موجود ہو گئی ہو، یہاں تک کہ کوئی نقش قدم بغیر را ہر و کسی اور کوئی عمارت بغیر معمار کے کھڑی ہوتے ہوئے نہیں دیکھتا تو کیونکہ یہ باور کر سکتا ہے کہ یہ فلک نیلوں اور اسکی پہنائیوں میں آفتاب و مہتاب کی تجلیاں اور یہ زمین اور اسکی وسعتوں میں بزرہ و گل کی رعنایاں بغیر کسی صانع کی صنعت طرازی کے موجود ہو گئی ہوں گی۔ لہذا موجودات عالم اور نظم کائنات کو دیکھنے کے بعد کوئی انسان اس نتیجہ تک پہنچنے سے اپنے دل و دماغ کو نہیں روک سکتا کہ اس جہان رنگ و بو کا کوئی بنانے سنوارنے والا ہے، کیونکہ تھی دامانِ وجود سے فیضانِ وجود نہیں ہو سکتا اور نہ عدم سے وجود کا سرچشمہ پھوٹ سکتا ہے۔ قرآن نے اس استدال کی طرف ان لفظوں میں اشارہ کیا ہے:

﴿أَفِي اللَّهِ شَكٌ فَأَطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾

کیا اللہ کے وجود میں شک ہو سکتا ہے جو زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ ۱
لیکن یہ درجہ بھی ناکافی ہے، جبکہ اس کی تصدیق میں غیر کی الوہیت کے عقیدہ کی آئیزش ہو۔

تیسرا درجہ یہ ہے کہ اس کی بستی کا اقرار و صدت و یگانگت کے اعتراف کے ساتھ ہو۔ بغیر اس کے خدا کی تصدیق ممکن نہیں ہو سکتی، کیونکہ جس کے ساتھ اور بھی خدامانے جائیں گے وہ ایک نہیں ہو گا اور خدا کیلئے ایک ہونا ضروری ہے، کیونکہ ایک سے زائد ہونے کی صورت میں یہ سوال پیدا ہو گا کہ اس کائنات کو ان میں سے ایک نے پیدا کیا ہے یا سب نے مل جل کر اگر ایک نے پیدا کیا ہے تو اس میں کوئی خصوصیت ہونا چاہیے، ورنہ اس ایک کو بلا وجہ ترجیح ہو گی جو عقلاباطل ہے اور اگر سب نے مل جل کر بنایا ہے تو دو حال سے غالی نہیں: یا تو وہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنے امور کی انجام دی ہے کہ سکتا ہو گا یا ان کی شرکت و تعاون سے بے نیاز ہو گا۔ پہلی صورت میں اس کا محتاج و دست نہ ہو نا اور دوسرا صورت میں ایک فعل کیلئے کہی ایک مستقل فالوں کا کارفرما ہونا لازم آئے گا اور یہ دونوں صورتیں اپنے مقام پر باطل کی جا چکی ہیں۔ اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ سارے خداوں نے حصہ رسی مخلوقات کو آپس میں بانٹ کر ایسجاد کیا ہے تو اس صورت میں تمام ممکنات کی ہر واجب الوجود سے یکساں نسبت نہ رہے گی، بلکہ صرف اپنے بنانے والے ہی سے نسبت ہو گی، حالانکہ ہر واجب کو ہر ممکن سے اور ہر ممکن کو ہر واجب سے یکساں نسبت ہونا چاہیے، کیونکہ تمام ممکنات اثر پذیری میں اور تمام واجب الوجود اثر اندازی میں ایک سے مانے گئے ہیں۔ تو اب اسے ایک مانے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد خالق مانند کی صورت میں کسی چیز کے موجود ہونے کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر شے کیلئے تباہی و بر بادی ضروری قرار پاتی ہے۔ اللہ سبحانہ نے اس دلیل کو ان لفظوں میں پیش کیا ہے:

﴿لَوْ كَانَ فِيهَا إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَ ثَمَّا﴾

اگر زمین و آسمان میں اللہ کے علاوہ اور بھی خدا ہوتے تو یہ میں و آسمان دوں جا تباہ و بر باد ہو جاتے۔^۱

چوتھا درجہ یہ ہے کہ اسے ہر شخص و عیب سے پاک سمجھا جائے اور جسم و صورت، تمثیل و تشبیہ، مکان و زمان، حرکت و سکون اور عجز و جہل سے منزہ مانا جائے، کیونکہ اس با کمال و بے عیب ذات میں نہیٰ شخص کا گزر ہو سکتا ہے مگر اس کے دامن پر کسی عیب کا دھبہ اپنے سکتا ہے اور نہ اس کو کسی کے مثل و مانند ٹھہرایا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ تمام چیزیں وحوب کی بلندیوں سے انتار کر امکان کی پستیوں میں لے آئے والی ہیں۔ چنانچہ قدرت نے توحید کے پہلو پہلو اپنی تنزیہ و تقدیس کو بھی جگدی ہے:

(۱) ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ إِلَهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُوَلَّدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُ كُفُواً أَحَدٌ ۝﴾

کہہ دو کہ اللہ یگانہ ہے، اسکی ذات بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے مگر اسکی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی ہم پلہ ہے۔^۲

(۲) ﴿لَا تُنْدِرِ كُهُ الْأَبْصَارُ ۝ وَهُوَ يُنْدِرُ الْأَبْصَارَ ۝ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ۝﴾

اس کو نکالیں دیکھ نہیں سکتیں، البتہ وہ نکال ہوں کو دیکھ رہا ہے اور وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز سے آگاہ اور باخبر ہے۔^۳

(۳) ﴿فَلَا تَضْرِبُوا بِاللَّهِ الْأَمْثَالَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ ۝ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝﴾

اللہ کیلئے مثالیں نہ گڑھ لیا کرو۔ بے شک اصل حقیقت کو اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔^۴

(۴) ﴿لَيْسَ كَمِيلٌ هُشَيْرٌ ۝ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝﴾

کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے وہ سنتا بھی ہے اور دیکھتا بھی ہے۔^۵

پانچواں درجہ یہ ہے جس سے معرفت مکمل ہوتی ہے کہ اس کی ذات میں صفتیں کو الگ سے نہ سمو یا جائے کہ ذات احادیث میں دوئی کی جملک پیدا ہو جائے اور توحید اپنے صحیح مفہوم کو حکوم کر ایک، تین اور تین ایک کے چکر میں پڑ جائے، کیونکہ اس کی ذات جو ہر عرض کا مجموعہ نہیں کہ اس میں صفتیں اس طرح قائم ہوں جس طرح بچوں میں خوبیوں اور تاروں میں چمک، بلکہ اس کی ذات خود تمام صفتیں کا سرچشمہ ہے اور وہ اپنے کمالات ذاتی کے اظہار کیلئے کسی توسط کی محتاج نہیں ہے۔ اگر اسے ”عالم“ کہا جاتا ہے تو اس بنابر کہ اس کے علم کے آثار نمایاں ہیں اور اگر اسے ” قادر“ کہا جاتا ہے تو اس لیے کہ ہر ذرہ اس کی قدرت و کار فرمائی کا پتہ دے رہا ہے اور ”سمیع و بصیر“ کہا جاتا ہے تو اس وجہ سے کہ کائنات کی شیرازہ بندی اور مخلوقات کی چارہ سازی دیکھے اور سنے بغیر نہیں ہو سکتی۔ مگر ان صفتیں کی نمود اس کی ذات میں اس طرح نہیں ٹھہرائی جا سکتی جس طرح ممکنات میں کہ اس میں علم آئے تو وہ عالم ہوا اور ہاتھ پیروں میں تو انائی آئے تو وہ قادر و تو انائی ہو، کیونکہ صفت کو ذات سے الگ ماننے کا

^۱ سورہ انبیاء، آیت ۲۲۔

^۲ سورہ اخلاص، آیت ۱۔۲۔

^۳ سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۳۔

^۴ سورہ مخلیل، آیت ۲۔۷۔

^۵ سورہ شوری، آیت ۱۱۔

لازی تیجہ دوئی ہے اور جہاں دوئی کا تصور ہوا ہاں تو حید کا عقیدہ رخصت ہوا۔ اسی لئے امیر المؤمنین علیہ السلام نے زائد برذات صفات کی نئی فرمائی کہ صحیح توحید کے خدوغال سے آشافر مایا ہے اور دامن وحدت کو نکرت کے دھوول سے بدنما نہیں ہونے دیا۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اس کیلئے کوئی صفت تجویز ہی نہیں کی جاسکتی کہ ان لوگوں کے مسلک کی تائید ہو جو بلبی تصورات کے بھیانک اندر ہیروں میں ٹھوکریں لکھا رہے ہیں، حالانکہ کائنات کا گوشہ گوشہ اس کی صفت کے آثار سے چھلک رہا ہے اور مخلوقات کا ذرہ ذرہ گواہی دے رہا ہے کہ وہ جانے والا ہے، قدرت والا ہے، سنتے اور دیکھنے والا ہے اور اپنے دامنِ ربوبیت میں پانے والا اور سایہِ رحمت میں پروان چڑھانے والا ہے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کی ذات میں الگ سے کوئی ایسی چیز تجویز نہیں کی جاسکتی کہ اسے صفت سے تعبیر کرنا صحیح ہو، یونکہ جو ذات ہے وہی صفت ہے اور جو صفت ہے وہی ذات ہے۔

ای مطلب دو امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے اور پھر مناہبِ عالم کے عقیدہ توحید کو اس کی روشنی میں دیکھئے اور پرکھنے کے صحیح مفہوم سے روشناس کرانے والی فردیں کوں تھیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

لَمْ يَرَ اللَّهُ عَزَّ وَ جَلَّ رَبَّنَا وَ الْعِلْمُ ذَائِثٌ وَ لَا مَعْلُومٌ وَ السَّمْعُ ذَائِثٌ وَ لَا مَسْمُوعٌ وَ الْبَصَرُ ذَائِثٌ وَ لَا مُبَصَّرٌ وَ الْقُدْرَةُ ذَائِثٌ وَ لَا مَقْدُورٌ، فَلَمَّا آخَدَثِ الْأَشْيَاءَ وَ كَانَ الْمَعْلُومُ وَقَعَ الْعِلْمُ مِنْهُ عَلَى الْمَعْلُومِ وَ السَّمْعُ عَلَى الْمَسْمُوعِ وَ الْبَصَرُ عَلَى الْمُبَصَّرِ وَ الْقُدْرَةُ عَلَى الْمَقْدُورِ.

ہمارا غداۓ بزرگ و برتر ہمیشہ سے عین علم رہا حالانکہ معلوم ابھی کتم عدم میں تھا، اور عین سمع و بصر رہا حالانکہ کسی آواز کی کوئی بلند ہوئی تھی اور نہ کوئی دھکائی دینے والی چیز تھی، اور عین قدرت رہا، حالانکہ قدرت کے اثرات کو قبول کرنے والی کوئی شے نہ تھی۔ پھر جب اس نے ان چیزوں کو پیدا کیا اور معلوم کا وجود ہوا تو اس کا علم معلومات پر پوری طرح منطبق ہوا، خواہ وہ سنی جانے والی صدائیں ہوں یاد یکھی جانے والی چیزیں ہوں اور مقدور کے تعلق سے اس کی قدرت نمایاں ہوئی۔ (توحید صدوق، ج ۱۳۹)

یہ وہ عقیدہ ہے جس پر آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا جماعت ہے، مگر سوادِ عظم نے اس کے خلاف دوسرا سaste اختیار کیا ہے اور ذات و صفات میں علیحدگی کا تصور پیدا کر دیا ہے۔ چنانچہ شہرستانی نے تحریر کیا ہے کہ:

قَالَ أَبُو الْحَسَنِ: الْبَارِيَ تَعَالَى عَالِمٌ بِعِلْمٍ، قَادِرٌ بِقُدْرَةٍ، حَقِيقِيَّةٌ، مُرِيدٌ بِإِرَادَةٍ، مُتَكَلِّمٌ بِكَلَامٍ، سَمِيعٌ بِسَمْعٍ، بَصِيرٌ بِبَصَرٍ.

ابو الحسن اشعری کہتے ہیں کہ: باری تعالیٰ علم، قدرت، حیات، ارادہ، کلام اور سمع و بصر کے ذریعہ عالم، قادر، زندہ، مرید، متكلّم اور سمجھ و بصیر ہے۔ (المثل والخلج، شہرستانی، ج ۱ ج ۱، ۹۳)

اگر صفت کو اس طرح زائد برذات مانا جائے گا تو دو حال سے غالی نہیں: یا تو یہ صفتیں ہمیشہ سے اس میں ہوں گی یا بعد میں طاری ہوئی

ہوں گی۔ پہلی صورت میں جتنی اس کی صفتیں مانی جائیں گی اتنے ہی قدیم اور مانا پڑیں گے جو قدمات میں اس کے شریک ہوں گے **«تَعْلَى اللَّهُ عِنْمَا يُشَرِّكُونَ»**۔ اور دوسری صورت میں اس کی ذات کو محل حادث قرادینے کے علاوہ یہ لازم آئے گا کہ وہ ان صفتیں کے پیدا ہونے سے پہلے نہ عالم ہو، نہ قادر، نہ تکمیل ہو اور نہ بصیر۔ اور یہ عقیدہ اساسی طور پر اسلام کے خلاف ہے۔

۵۔ قرآن مجید کے احکام کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

اس میں حلال و حرام کا بیان ہے، جیسے: **«وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَمَ الرِّبُّوا** ۱۷: ”اللہ نے خرید و فروخت کو جائز کیا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔“

اس میں فرائض و محتبات کا ذکر ہے، جیسے: **«فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ** ۱۸ فَإِذَا أَطْهَانُتُمْ فَاقْبِلُو الصَّلَاةَ ۱۹: ”جب نماز (نوف) ادا کر چکو تو اٹھتے بلطفتے لیٹتے اللہ کو یاد کرو اور جب (شمیں کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو پھر (معمول کے مطابق) نماز پڑھا کرو۔“ نماز فرض ہے اور دوسرے اذکار متحب میں۔

اس میں نائخ و منوخ بھی ہیں۔ ”نائخ“ جیسے عدو وفات میں: **«أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا** ۲۰: ”چار مہینے دس دن“ اور ”منوخ“ جیسے:

«مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرًا حُرَّا ۲۱: (سورہ بقرہ، آیت ۲۴۰)

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدو وفات ایک سال ہے۔ اس میں مخصوص موقع پر حرام چیزوں کیلئے رخصت و اجازت بھی ہے، جیسے: **«فَمِنِ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِنْثُمْ عَلَيْهِ** ۲۲: ”اگر کوئی شخص بحالت مجبوری (حرام چیزوں میں سے) کچھ کھالے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، درآں صورتیکہ حدود شریعت کو توڑنا اور ان سے متجاوز ہونا نہ چاہتا ہو۔“

اس میں اٹل احکام بھی ہیں جیسے: **«وَلَا يُشَرِّكُ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا** ۲۳: ”چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“

اس میں خاص و عام بھی ہیں۔ ”خاص“ وہ کہ جس کے لفظ میں وسعت ہو اور معنی مقصود کا دائرہ محدود ہو، جیسے: **«وَأَنِّي فَضَلْتُكُمْ عَلَى الْغَلَمَيْنَ** ۲۴: ”اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں عالمیں پر فضیلت دی ہے۔“ اس میں ”عالمیں“ سے صرف انہی کا زمانہ مراد ہے، اگرچہ لفظ تمام جہانوں کو شامل ہے، اور ”عام“ وہ ہے جو اپنے معنی میں پھیلا و رکھتا ہو، جیسے: **«وَاللَّهُ يُكْلِ شَئِ عَلَيْمُ** ۲۵: ”اللہ ہر چیز کا

۱۔ سورہ بقرہ، ۲۷۵۔

۲۔ سورہ نہایہ، آیت ۱۰۳۔

۳۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۳۲۔

۴۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۷۳۔

۵۔ سورہ کہف، آیت ۱۱۰۔

۶۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۲۔

۷۔ سورہ نور، آیت ۳۵۔

جانشے والا ہے۔

اس میں عبرتیں اور مثالیں بھی ہیں: ”عبرتیں“ جیسے: ﴿فَاخَذَهُ اللَّهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَىٰ﴾^۱ انَّ فِي ذَلِكَ لَعْجَةً لِمَنْ يَعْجِشُ^۲: ”ندانے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں دھر لیا، جو اللہ سے ڈرے اس کیلئے اس میں عبرت کا سامان ہے۔“ اور ”مثالیں“ جیسے: ﴿مَكَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبَعَ سَعَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ﴾^۳: ”جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیچ کی سی ہے جس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر بالی میں سو سو دانے ہوں۔“

اس میں مطلق و مقید ہیں۔ ”مطلق“ وہ جس میں کسی قسم کی تقيید و پابندی نہ ہو، جیسے: ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِرَبِّهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ كُمْ أَنْ تَذَكُّرُوا بِقَرْةَةٍ﴾^۴: ”اس موقعہ کو یاد کرو کہ جب موئی عالیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ تمہیں اللہ کا یہ حکم ہے کہ تم کوئی سی گائے ذبح کرو۔“ اور ”مقید“ وہ کہ جس میں شخص و قید کی پابندی ہو، جیسے: ﴿إِنَّهُ يَقُولُ رَبِّهِ بَقَرْةَةُ لَا ذُنُولُ تُبَيِّنُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرَثَ﴾^۵: ”اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو نہ میں جنمی ہو اور نہ اس سے کھیتوں کو بینچا گیا ہو۔“

اس میں محکم و متشابہ بھی ہیں۔ ”محکم“ وہ جس میں کوئی ٹھیک نہ ہو جیسے: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾^۶: ”بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اور ”متشابہ“ وہ جس کے معنی انبھجھے ہوئے ہوں جیسے: ﴿أَلَّرْجَمَنْ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾^۷: جس کے ظاہر مفہوم سے یہ توہم بھی ہوتا ہے کہ وہ جسمانی طور سے عرش پر برقرار ہے، لیکن مقصود غبیر و سلطان ہے۔

اس میں بعض احکام بھی ہیں، جیسے: ﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ﴾^۸: ”نماز قائم کرو۔“

اس میں گھرے مطالب بھی ہیں جیسے وہ آیات کہ جن کے متعلق قدرت کا ارشاد ہے کہ: ﴿وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالَّذِينَ هُنَّ فِي الْعِلْمِ﴾^۹: ”ان کی تاویل کو اللہ اور رسول اور علم کی گھرائیوں میں اترے ہوئے لوگوں کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جانتا۔“ پھر ایک دوسرے عنوان سے تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ:

اس میں کچھ چیزیں وہ ہیں جن کا جانا ضروری ہے، جیسے: ﴿فَاعْلَمُ آتَهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾^{۱۰}: ”اس بات کو جانے رہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی

۱۔ سورۃ نازعات، آیت ۲۵-۲۶۔

۲۔ سورۃ بقرہ، آیت ۲۶۱۔

۳۔ سورۃ بقرہ، آیت ۲۷۔

۴۔ سورۃ بقرہ، آیت ۱۔

۵۔ سورۃ طور، آیت ۱۰۹۔

۶۔ سورۃ بقرہ، آیت ۵۔

۷۔ سورۃ بقرہ، آیت ۱۔

۸۔ سورۃ آل عمران، آیت ۷۔

۹۔ سورۃ محمد، آیت ۱۹۔

معبود نہیں۔ اور کچھ چیزیں وہ میں جن کا جاننا ضروری نہیں ہے، جیسے: ﴿الْقَدْر﴾ (سورہ بقرہ، آیت ۱) وغیرہ۔

اور اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جو سنت پیغمبرؐ سے منسوخ ہو گئے ہیں، جیسے: ﴿وَالْتِقْيَا تَبَيَّنَ الْفَاحِشَةُ مِنْ نِسَاءٍ كُمَّ فَأَسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ فَإِنْ شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبَيْوَتِ حَتَّى يَتَوَفَّهُنَّ إِلَيْهِنَّ الْمَوْتُ﴾^۱: ”تمہاری عورتوں میں سے جو بدچلنی کی مرکب ہوں ان کی بدکاری پر اپنے آدمیوں میں سے چار کی گواہی لو، اگر وہ گواہی دیں تو اسی عورتوں کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت ان کی زندگی ختم کر دے۔“ یہ سزا اول اسلام میں تھی لیکن بعد میں شہزاد اور عورتوں کیلئے اس حکم کو حکم رجم سے منسوخ کر دیا گیا۔ اس میں کچھ احکام ایسے ہیں جن سے سنت پیغمبرؐ منسوخ ہو گئی، جیسے: ﴿فَوَلِي وَجْهَهُ كَشَظَرَ الْبَيْسِجِيَّاتُ حَرَادٌ﴾^۲: ”چاہئے کہ تم اپنارخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو۔“ اس سے بیت المقدس کی طرف رخ کرنے کا حکم منسوخ کر دیا گیا۔

اس میں ایسے احکام بھی ہیں جو صرف مقررہ وقت پر واجب ہوتے ہیں اور اس کے بعد ان کا واجب باقی نہیں رہتا، جیسے: ﴿إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَلَا سَعْوًا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ﴾^۳: ”جب جمعہ کے دن نماز کیلئے پکارا جائے تو ذکر الہی کی طرف بلدی سے بڑھو۔“

اس میں حرام کردہ چیزوں کی تفریق بھی قائم کی گئی ہے، جیسے گناہوں کا صغیرہ وکیرہ ہونا۔ صغیرہ جیسے: ﴿قُلْ لِلَّهُ مِنِّيَنَ يَعْضُوَا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾^۴: ”ایمان والوں سے کوکہ وہ اپنی آنکھیں پنچی رکھیں۔“ اور کیرہ جیسے: ﴿وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَدِّدًا فَجَزَّ أَوْهَ جَهَنَّمُ خَلِدًا فِيهَا﴾^۵: ”جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار دے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔“

اس میں ان اعمال کا بھی ذکر ہے جنہیں تحوڑا سما بجا لانا بھی سفاہیت کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ بجا لانے کی بھی گنجائش ہے، جیسے: ﴿فَاقْرِءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾^۶: ”جتنا آسانی قرآن پڑھ سکواتا پڑھ لیا کرو۔“



^۱ سورہ نماء، آیت ۱۵۔

^۲ سورہ بقرہ، آیت ۱۲۲۔

^۳ سورہ جمعہ، آیت ۹۔

^۴ سورہ نور، آیت ۳۰۔

^۵ سورہ نماء، آیت ۹۳۔

^۶ سورہ مریم، آیت ۲۰۔